فکر و نظر ---- اسلام آباد　　　　جلد: ۳۴　شمارہ: ۱

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب : البلاغ الحق
مصنف : جیلانی چاندپوری
ناشر : حلقہ علویہ بنگلہ نمبر ۶۱ بی، بلاک ۱۰۔اے، راشد منہاس روڈ
: گلشن اقبال کراچی
سن طباعت : ۱۴۱۲ھ
صفحات : ۴۶۰ (بڑا سائز)
قیمت : دو صد روپے۔
تبصرہ نگار : ڈاکٹر محمد طفیل ☆

"البلاغ الحق" کے فاضل مصنف محترم جناب جیلانی چاندپوری ایک روحانی شخصیت ہیں۔ آپ تصوف کے معروف سلسلہ قادریہ سے وابستہ ہیں۔ آج کے دور میں خانقاہی نظام سے وابستگی کے ساتھ ساتھ نوشت و خواند اور تصنیف و تالیف سے تعلق خاصہ کمزور دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے جناب جیلانی چاندپوری بہت غنیمت شخصیت ہیں کہ وہ سلسلہ تصوف سے منسلک رہ کر تحقیقی کام کی آبیاری کر رہے ہیں۔ علمی و فکری گتھیاں سلجھانے اور تقریر و تحریر کے ذریعے سے بھی مذہب و ملت کی خدمت میں منہمک دکھائی دیتے ہیں۔

علامہ جیلانی چاندپوری کی تازہ تصنیف "البلاغ الحق" ایک علمی کتاب ہے جس میں تصوف کو بنیاد بنا کر عصر حاضر کے فکری مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ اور تصوف کے انفرادی کردار کو اجتماعی قالب میں ڈھالنے اور اس کے ذریعے سے ایک اجتماعی نظام استوار کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اس نظام کو فاضل مصنف نے "نظام مرتضوی" کا نام دیا ہے اور اسی طرح تصوف کو بروئے کار لاتے ہوئے فاضل مصنف نے "اتحاد بین المسلمین" قائم کرنے کی طرف توجہ دی ہے۔ اور علمی رویے کی رو سے زیر نظر کتاب کی بنیادی منہج (Approach) "اتحاد بین المسلمین" ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو "اتحاد بین المسلمین" کا نقیب قرار دے

☆ ڈاکٹر محمد طفیل، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

کر کتاب ان کے نام گرامی سے معنون کی گئی ہے۔

تصوف کی تاثیر اور انسانی قلوب پر اس کے اثرات سے ہر صاحب دل بخوبی واقف ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ تیسری چوتھی صدی ہجری کے بعد سے اشاعت اسلام میں تصوف کا نمایاں کردار رہا ہے کیونکہ تصوف کی بنیادی روح یہ ہے کہ ذات پات کے امتیاز' امیر و غریب کے فرق اور چھوٹے بڑے کی تمیز سے بالاتر ہو کر سب انسانوں سے یکساں سلوک کیا جائے اسی لئے اہل تصوف کی نظر میں ہر فرد کے لئے یکساں توقیر و احترام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے غیر مسلموں نے تصوف کے مساویانہ سلوک سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اور آج بھی تصوف معاشرتی طبقوں کو یکجا کرنے اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔

زیر تبصرہ علمی کتاب کے موضوعات پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "کائنات کے حادث یا قدیم ہونے' عقیدہ اور مذہب' انسانی شعور و فکر کے مراحل' علم اور حصول علم کے ذرائع' تخلیق کائنات' عالم ارواح سے تصوف کی بنیاد' طریقت کا مقصد و مقام' حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعے طریقت کا قیام' بیعت کی اہمیت اور اساس دین' بیعت کے مباحث' مسلمانوں میں فرقہ بندی کیوں ہوئی۔ پانچ فقہاء کے اختلافات اور فقہی اتحاد غلبہ اسلام کی ضمانت" جیسے اہم مسائل اس کتاب کی زینت ہیں۔

ان موضوعات کے ضمن میں یہ کتاب بہت سے ایسے علمی مباحث پیش کرتی ہے جو اپنی ندرت خیالی (Originalhy) یا تعبیروں کی وجہ سے یقیناً اہل علم کی دلچسپی کا باعث ہونگے اور انھیں رد یا قبول کرنے کے لئے دانشور ضرور سوچیں گے۔ ایسے امور میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔ ایسے مسائل میں سے پہلا مسئلہ "تاریخ اسلام" کی تعریف و تحدید کا ہے۔ فاضل مصنف نے تاریخ اسلام کے مروجہ اور مسلمہ مفہوم سے انکار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

"یہ فقیر راقم الحروف جیلانی چاندپوری اس تاریخ کو جس کا دائرہ خلفائے راشدین کے دور سے شروع ہو کر مسلمان ملکوں کی حکومت میں خلافت عثمانیہ اور برصغیر میں سلطنت مغلیہ کے دور تک بلکہ قیام پاکستان سے اس وقت تک جبکہ یہ تحریر کیا جا رہا ہے پھیلا ہوا ہے "تاریخ اسلام" کے نام سے پکارنے یا اسے تاریخ

اسلام تسلیم کرنے سے قطعی طور پر منکر و معذور ہے"۔ (ص ۲۵)

اس کے بعد فاضل مصنف نے "تاریخ اسلام" کی (میرے علم کی حد تک) نئی حد بندی کی ہے اور وہ رقم طراز ہیں۔

"تاریخ اسلام" کی اساس اور بنیاد "میثاق الست" پر قائم ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے خلیفتہ الارض ہونے کے بعد سے شروع ہوئی اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ذریعے اس زمین پر خلافت و نیابت الیہ کے قیام کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے"۔ (ص ۲۵)

مورخین اس امر سے اتفاق کرتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی اور دینی زندگی کا مطالعہ "تاریخ اسلام" سے عبارت ہے۔ اور تاریخ یا تاریخ اسلام صرف حکمرانوں، بادشاہوں یا سپہ سالاروں کے احوال و کوائف کا نام نہیں۔ بلکہ تاریخ یا تاریخ اسلام وہ خزینۂ معلومات ہے، جس میں راعی اور رعایا، ادنی و اعلی نیز ہر کس و ناکس کے مجموعی حالات بیان ہوں۔ ان کوائف کی روشنی میں فاضل مصنف کی پیش کردہ "تاریخ اسلام" کی تعریف مورخین اور دانشوروں کو دعوت غور و فکر دیتی ہے۔

ایسے مسائل میں دوسرا مسئلہ "خلافت راشدہ" کی اصطلاح سے تعلق رکھتا ہے۔ مسلمانوں کی مروجہ رائے سے ہٹ کر فاضل مصنف کی رائے میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور بھی "خلافت راشدہ" کا حصہ ہے اور وہ اپنی اس رائے کا اظہار نہایت تند و تلخ لہجے میں یوں کرتے ہیں۔

"خلافت راشدہ" کو صرف اور صرف چار خلفائے راشد تک محدود کر کے بعض عربی دان علماء نے تاریخ سے خیانت اور حقیقت سے روگردانی کی ہے۔ کیونکہ پانچویں خلیفہ راشد حضرت سیدالائمہ مولا حسن علیہ السلام کے دور خلافت کو خلافت راشدہ نہیں کہا جاتا"۔

فاضل مصنف سیدنا امام حسن کے عہد خلافت کو "خلافت راشدہ" کا حصہ قرار دینے کے لئے عقلی اور تاریخی دلیل پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"در حالیکہ حضرت امام حسن علیہ السلام معروف طریقہ پر خلیفہ بر حق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چارج لیکر اسی طرح خلافت کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے تھے، جس طرح خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول کے نامزد کی حیثیت سے منصب خلافت راشدہ پر فائز ہوئے تھے۔ (ص ۱۳۱)

بعد میں محترم جیلانی چاندپوری نے اپنی اس رائے سے خود بھی انحراف کیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ فرمایئے۔

"اگرچہ چاروں کی نامزدگی کے طریقے مختلف تھے لیکن چاروں اپنے اپنے مقام پر حضور ہی کے منتخب کردہ تھے۔ جن کی بعد میں عوام الناس نے بیعت سے تصدیق فرمائی۔ اس لئے یہ چاروں خلفائے راشدین خلیفہ رسول ہیں"۔

اسی طرح فاضل مصنف نے "توقیفی علم" کے تین ذرائع بیان کئے ہیں۔ یعنی حس، الہام اور وحی۔ "یہ تینوں ذرائع کسی انسان کی اپنی دسترس سے قطعاً باہر ہیں۔ وہ ان تینوں پر "حواس خمسہ" کی طرح اختیار نہیں رکھتا"۔ (ص ۹۶)

فاضل مصنف کی اس رائے سے بھی اصحاب دانش اور اہل مذہب دونوں کو شاید اتفاق نہ ہو کہ اہل مذہب کے ہاں صرف وحی کے ذریعے سے ہی "حقیقی علم" حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ وحی عطیہ ایزدی ہے جو انسانیت کو بذریعہ انبیاء علیہم السلام حاصل ہوتا رہا ہے۔ جبکہ "الہام" ایک غیر یقینی اور مبہم ذریعہ علم ہے۔ اسی طرح "حس" یا چھٹی حس حالات و کوائف، صحت و علالت، خوشی و غمی نیز سماجی دباؤ سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے حس اور الہام حقیقی علم فراہم کرنے سے قاصر ہیں۔

علامہ جیلانی چاندپوری نے اپنی فاضلانہ تصنیف میں "اتحاد بین المسلمین" قائم کرنے کی مقدور بھر مستحسن کوشش کی ہے لیکن ان کی زیر نظر تصنیف بھی فرقہ واریت کے عناصر سے محفوظ نہ رہ سکی۔ چنانچہ انہوں نے "اتحاد بین المسلمین" کا مظاہرہ کرتے ہوئے خارجی فرقہ اور رافضی فرقہ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"اس دور یعنی راقم سطور ہذا کے زمانے میں ان دونوں گروہوں کا وجود علیحدہ حیثیت میں باقی نہیں ہے۔ کیونکہ "خوارج" اہل نجد یعنی عبدالوہاب نجدی کی

پیروکاری میں "وھابی" گروہ بن گئے ہیں"۔ (ص ۳۰۲)

اس کے بعد کتاب میں ایسا مواد پیش کیا گیا ہے جس میں "نجد" کی برائی بیان ہوئی ہے۔

فاضل مصنف اس تحریر کے ذریعے کس طرح کے "اتحاد بین المسلمین" کی خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔ اس حقیقت تک رسائی ممکن نہیں۔ کیا فاضل مصنف کی اس تعبیر سے اہل علم و دانش کو اتفاق ہو سکتا ہے؟ یہ سوال بھی حل طلب اور فاضل مصنف کی توجہ کا طالب ہے۔

"ابلاغ الحق" کا ایک اور پہلو ملاحظہ فرمایئے کہ فقہ اسلامی کی تشکیل و تدوین کا ذکر کرتے ہوئے علامہ چاندپوری نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو فقہ اسلامی کا موسس اور بانی قرار دیا ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مولائے کائنات وہ شخصیت ہیں جنھیں تدوین فقہ کا موسس کہا جاتا ہے' اصول فقہ میں مولائے کائنات کا ہم پلہ کوئی نہیں تھا"۔(ص ۳۸۹)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام و مرتبہ مسلّم ہے۔ لیکن ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام بھی فقہی امور میں مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کثرت سے فقہی امور بیان کرتے تھے اور ان کی فقہی آراء ”حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی فقہ“ کے عنوان سے محترمہ حنیفہ ؒ نے مرتب کر دی ہیں' جو ۱۹۷۰ء کے عشرے میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ اسی طرح حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی فقہی بصیرت سے سبھی واقف ہیں خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات فقہ اور اصول فقہ کا قیمتی اثاثہ ہیں: جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ نے "فقہ عمرؓ" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقہ کا مؤسس قرار دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

اس تصنیف کا بنیادی مقصد "اتحاد بین المسلمین" قرار دیا گیا ہے جو بہت مستحسن اقدام ہے۔ کیونکہ اسلام دشمن قوتوں کی ریشہ دوانیوں اور بعض شخصیات کے تصادم یا معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے مسلم قیادت اور مسلم امت فرقوں اور گروہوں میں بٹی چلی آ رہی ہے۔ اسے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا' وقت کی اہم ضرورت اور مسلم امہ کے بقاء کی ضمانت ہے۔ لیکن فاضل مصنف اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہے یہ اقتباس ملاحظہ فرمایئے۔

"برصغیر پاک و ہند میں واضح اکثریت حنفی فقہ کے مقلدین کی ہے۔ غیر مقلد یعنی اہل حدیث کہلانے والے فرقہ کے علاوہ شافعی، حنبلی اور مالکی کہیں کہیں جنوبی ہند میں آباد ہیں اور سب ہی اہل سنت و الجماعت کہلاتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر عددی اعتبار سے حضرات اہل تشیع ہیں، شیعہ کہلانے والوں میں اسماعیلی یعنی آغا خانی اور بوہرہ فرقہ کے حضرات بھی موجود ہیں... اسماعیلی گروہ میں بھی تین جماعتیں وجود میں آ چکی ہیں۔ جن کے عقیدے مختلف ہیں۔ (ص ۴۳۳) اس کے بعد آغا خانیوں، اثنا عشریوں، آغاخانی اسماعیلیوں، بوہروں، داودی بوہروں، سلمانی بوہروں وغیرہ کی تفصیل بیان کر کے فاضل مصنف نے انھیں خارج از اسلام قرار دیا ہے۔" (ص ۴۳۳)

اس لئے "ابلاغ الحق" کے مطالعہ سے یہ حقیقت بجا طور پر سامنے آتی ہے کہ مقصد تصنیف نہایت عمدہ ہے ۔ لیکن دوسروں کو "اتحاد بین المسلمین" کا درس دیتے دیتے فاضل مصنف خود فرقہ واریت کی دلدل میں دھنس گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قاری یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوگا کہ فاضل مصنف نے یہ کتاب کسی خاص منصوبہ بندی کے تحت تحریر نہیں کی۔ بلکہ یہ کتاب جوشیلی تقریروں، مریدوں کے حلقوں میں ہونے والی گفتگو اور بعض مقبول کتب سے منقول طویل اقتباسات پر مشتمل ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب کے بیانات میں تضاد کا عنصر ملتا ہے۔ جس کی ایک جھلک ابھی پیش کی گئی۔

کتاب کے سرسری مطالعہ سے یہ مجموعی تاثر ملتا ہے کہ فاضل مصنف خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شخصیت کو واحد اسلامی ہیرو کے طور پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ محترم جیلانی چاندپوری کی رائے میں وہی موسس فقہ ہیں۔ وہی اصول فقہ کے ماہر ہیں۔ وہی تمام سلاسل تصوف کے بانی ہیں۔ وہی صحابہ کرام کے فقہی مسائل حل کرتے تھے اور وہی مولائے کائنات ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ رائے جمہور مسلمانوں کے لئے محل نظر رہے گی۔ کتاب میں جن روایات پر عموماً بھروسہ کیا گیا ہے اور جن کی بنیاد پر نئی آراء قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ بظاہر بہت کمزور ہیں۔ اس لئے یہ کتاب پندونصائح اور متصوفانہ معلومات کی عمدہ کتاب ہے۔ جس سے اہل تصوف اور خانقاہی نظام مستفید ہوتا رہے گا۔

فاضل مصنف نے نہج البلاغہ، غنیۃ الطالبین اور کشف المحجوب جیسی بلند پایہ کتب سے طویل اقتباسات نقل کئے ہیں۔ مزید برآں چند پمفلٹ جیسے "صلح امام حسن" اور "بیان تقلید" وغیرہ بھی پورے کے پورے شامل کتاب کر لئے ہیں۔ جن سے کتاب کی اپنی حیثیت مجروح اور افادیت محدود ہو گئی ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں حوالہ جات کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ قرآنی آیات کے مکمل اور احادیث نبوی کے عموماً نامکمل حوالہ جات درج ہیں۔ جبکہ دیگر عبارات حوالہ جات سے خالی ہیں۔ بعض مقامات پر حوالہ جات درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن وہ بھی کسی مربوط نظام کی نشان دہی نہیں کرتے۔ کتاب کی عبارات خاصی مغلق اور زبان بے حد مشکل ہے۔ اس لئے عام قاری مطالعہ کرتے وقت نہ صرف دقت محسوس کرے گا بلکہ اکثر مقامات پر ابلاغ بھی ممکن نہیں رہا۔ کتاب میں املاء کی غلطیاں بھی نظر سے گذریں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

اسوۃ الحسنہ (ص ۱۵۴) عمارہ بن یاسر (ص ۱۵۹) اشھد انا(۱۶۲) فقہ (ص ۳۹۰) احکامات (ص ۳۵۲۔ ۳۸۹) وغیرہ وغیرہ۔

ان چند باتوں کے باوجود کتاب لائق مطالعہ ہے۔ اس میں ارباب تصوف، تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں نیز اصلاح امت اور اتحاد بین المسلمین کے میدان میں کام کرنے والوں کے لئے دلچسپی اور معلومات کا بہت سا مواد موجود ہے۔ جو فاضل مصنف کی کثرت معلومات، تاریخ اسلام سے واقفیت، دینی موضوعات کو پیش کرنے کی مہارت، ملت اسلامیہ کے مسائل کا گہرا شعور و ادراک اور انھیں حل کرنے کی سچی لگن کا آئینہ دار ہے۔